اکابرینِ تحریکِ پاکستان کا ایک قرض

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن میو

Dr. Atta-ur-Rehman Meo

Govt. M.A.O College, Lahore.

Abstract:

Outline of a language came into identity when Muslims were rulers of sub-continent for centuries. This language was called Urdu after getting different names. Before independence, it faced arrogance of Hindus but our forefathers stood up for its growth and expansion. Urdu prepared atmosphere of love, brotherhood and solidarity between different units of country. This language is the substance of our civilization and culture. Leaders got an independent state with its sweetness but Urdu is far from the power corridors up till now. Urdu and the independence demands for the pleasure of elders' souls, we work hard for the putting into practice of Urdu. Purpose of the Pakistan is in the implementation of this language in the country.

کلیدی الفاظ:

اکابرینِ تحریک پاکستان۔ ارواح۔ ارباب بسط وکشاد۔ من وعن عمل۔ تقاضے۔ تہذیب وثقافت۔ بل بوتے۔ شاہراہیں۔ نفاذ۔ عوام الناس۔ مغرب زدہ۔ شرمندہ تعبیر۔ پیش رفت ہوئی۔ امید واثق۔ بہ طریق احسن۔ اقوام عالم۔ مشائخ کرام۔ مساعی۔ قدم جمانا۔ کرنیں۔ محبوس۔ پیش رفت۔ جنگ پلاسی۔ پرورش وپرداخت۔ تیقن۔ زمانہ ساز۔ اسوسی ایشن۔

مسلمان تاجروں اور تبلیغ دین کے جذبے سے سرشار بزرگان دین کے اخلاق وکردار سے متاثر ہوکر اہل ہندوستان جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ مشائخ کرام کی مذہبی مساعی کے نتیجے میں ہندوستان کے کونے کونے تک اسلام کی کرنیں پھیل گئیں۔ افغانستان اور ایران کے راستے داخل ہونے والے مسلمان حملہ آوروں کے ذریعے برصغیر میں اسلامی حکومت کے دروازے

کھلے۔ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد سے جہاں اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہاں ان کے اہل ہندوستان سے میل جول کے ذریعے ایک نئی زبان کا وجود عمل میں آیا۔ یہ نئی زبان مختلف نام اختیار کرنے کے بعد اردو کہلائی۔ برصغیر پر مسلمانوں کے اقتدار کی گرفت کمزور ہوئی تو انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھنے شروع کیے۔ تاریخ گواہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند پر انگریز کے بڑھتے ہوئے قدم روکنے کے لیے جتنی بھی کوششیں عمل میں آئیں۔ ۱۷۵۷ء کی جنگ پلاسی ہو، یا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، مسلمان ان میں پیش پیش تھے۔ انگریزوں کو برصغیر سے نکالنے کے لیے مسلمان مجاہدین کی قابل قدر مساعی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ یہی وجہ تھی کہ انگریز ہمیشہ مسلمانوں کو اپنے اقتدار کے لیے خطرہ سمجھتے تھے۔ ولیم ہنٹر لکھتے ہیں:

> ''مسلمانانِ ہندوستان، اب بھی اور اس سے بہت عرصے پہلے بھی، ہندوستان کی انگریزی حکومت کے لیے ایک مستقل خطرے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کسی نہ کسی وجہ سے وہ ہمارے طور طریقوں سے بالکل الگ تھلگ رہے اور ان تمام تبدیلیوں کو جس میں زمانہ ساز ہندو بڑی خوشی سے حصہ لے رہا ہے، اپنے لیے بہت بڑی قومی بے عزتی تصور کرتے ہیں۔''(۱)

''برصغیر'' انگریز جیسے سونے کی چڑیا سمجھتے تھے، پر انھوں نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے دو طرح کے حربے استعمال کیے۔ ایک تو انھوں نے مسلمانوں کو اپنے زبردست انتقام کا نشانہ بنایا۔ کتنے ہی مسلمانوں کو ماورائے عدالت گلی محلوں میں قتل کر دیا گیا، کتنوں کو گولی اور گولوں سے اڑانے کی سزائیں سنائی گئیں اور کتنوں کو کالے پانی کی سزائیں دے کر انڈمان کے جزیرے میں محبوس کر کے ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے۔ انگریزوں کے یہ مظالم تاریخ کا المناک باب ہیں۔ دوسرا حربہ یہ اختیار کیا گیا کہ مسلمانوں کو معاشی، علمی، ثقافتی اور ہر لحاظ سے کمزور کرنے کے بعد ہندوؤں کی پشت پناہی کر کے ہندو مسلم فسادات برپا کرائے گئے، تاکہ مسلمانوں کی رہی سہی طاقت کا ہندوؤں کے ذریعے قلع قمع کر دیا جائے۔ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی کے تحت ایک پنتھ اور دو کاج کے تحت دوہرے فائدے کا سامان کیا گیا۔ مسلمانوں کی تباہی بھی جاری رہی اور اقتدار بھی طول پکڑتا رہے۔ انگریزوں کی اس حکمت عملی کا نتیجہ سر جان مینرڈ کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان کے بقول:

> ''یہ یقیناً صحیح ہے برطانوی اقتدار نہ تو قائم ہو سکتا تھا اور نہ آج ہی برقرار رہ سکتا ہے اگر وہ انتشاری میلان جس کا ایک مظہر ہندو مسلم مخالفت ہے، یہاں نہ پایا جاتا، نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندو مسلم عوام کی رقابت کی ابتدا برطانوی دورِ حکومت سے ہوئی ہے۔''(۲)

ڈاکٹر عبدالودود بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اردو اور ہندی کا جھگڑا اسی قسم کا عطیہ ہے جو دانایانِ مغرب نے ہمیں دیا۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ انگریزوں کی آمد سے ملک میں انگریزی کا فروغ ہوا۔ مکمل طور پر حکومت قائم ہونے کے بعد انگریزی کے فروغ کے اور مواقع ہاتھ آ گئے۔ تعجب اس پر ہوتا ہے کہ مخالف اس زبان کی کی گئی جو اس سرزمین پر جنم لے کر ترقی پذیر ہوئی۔ اردو کے مخالفین نے انگریزی کے خلاف آواز بلند نہ کی جو کہ قطعی غیر معنوی اور غیر ملکی زبان تھی۔'' (۳)

انگریزوں نے محض اپنے اقتدار کو طویل کرنے لیے ہندو مسلم انتشار کا جو بیج بویا تھا، اس کی پہلی کونپل ۱۸۶۷ء میں ہندوستان کی سرزمین سے اردو ہندی تنازعے کی شکل میں پھوٹی۔ ہندوؤں نے بدیسی زبان انگریزی کو تو قبول کر لیا مگر اردو جو سرزمین ہندوستان کی ہی بیٹی تھی اور جس کی پرورش و پرداخت میں خود ہندو لکھاریوں کا بھی ہاتھ تھا، کی عزت و عصمت کے درپے ہو گئے۔ اگرچہ مسلمانوں کی اپنی زبانیں تو عربی اور فارسی تھیں، لیکن انھوں نے اس منہ بولی بیٹی کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور اس کے دشمنوں کے آگے ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔ اگر مسلمان بھی اس وقت اردو کے حمایت سے ہاتھ کھینچ لیتے تو نہ جانے اردو کے ساتھ کیا کیا ہاتھ ہو چکے ہوتے۔ مسلمان راہ نماؤں نے ہندوؤں کی اردو سے نفرت کا اندازہ لگا لیا کہ ہندو مسلمانوں کی مخالفت میں کہاں تک جا سکتا ہے۔ اردو کے دفاع اور قیام پاکستان کی تحاریک ایک ساتھ چلیں۔ سرسید نے مسلمانوں کے لیے سب سے پہلے قوم کا لفظ استعمال کیا تو اردو کے تحفظ میں بھی سب سے پہلے میدان عمل میں آ گئے۔ سرسید اردو ہندی تنازع کی آڑ میں کھیلا جانے والا گھناؤنا کھیل سمجھ گئے۔ وہ لکھتے ہیں:

''تیس برس کے عرصہ سے ہم کو ملک کی ترقی اور اس کے باشندوں کی فلاح کا خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، خیال پیدا ہوا ہے اور ہمیشہ میری یہ خواہش رہی کہ دونوں مل کر فلاح میں کوشش کریں مگر جب سے ہندو صاحبوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اردو زبان اور فارسی کو جو مسلمانوں کی حکومت اور ان کی شہنشاہی کی باقی ماندہ نشانی ہے مٹا دیا جائے اس وقت سے مجھ کو یقین ہو گیا کہ اب ہندو اور مسلمان باہم متفق ہو کر ملک کی ترقی اور اس کے باشندوں کی فلاح کا کام نہیں کر سکتے۔ میں نہایت درستی اور اپنے تجربے اور یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہندو مسلمانوں میں جو نفاق شروع ہوا ہے اس کی

ابتدا اسی سے ہوئی۔''(۴)

ان حالات میں سرسید کو اردو کے تحفظ کی فکر دامن گیر ہوئی اور انھوں نے اردو کی حفاظت کے لیے ایک تنظیم کا قیام کیا۔ شفقت حسین رضوی لکھتے ہیں:

''۹ دسمبر ۱۸۷۳ء کو الہ آباد میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا اور ''تحفظ اردو کی صدر مجلس'' قائم ہوئی۔ جس کے وہ خود (سرسید احمد خان) سیکرٹری بنے۔ اس کی شاخیں دوسرے اضلاع میں بھی قائم کی گئیں۔''(۵)

سرسید اردو کے تحفظ کی جنگ لڑتے لڑتے راہیٔ ملک عدم ہو چکے تھے، لیکن ہندوؤں کی سازشیں نت نئے انداز سے بڑھتی چلی جا رہی تھیں۔ ۱۸۔ اپریل ۱۹۰۰ء کو ہندوؤں نے انگریزوں سے ساز باز کر کے ناگری زبان کو رائج کرنے کی سازش کی۔ اب سرسید کے دست راست نواب محسن الملک سامنے آئے، سرسید کے جہاد کو آگے بڑھایا اور اردو کے دفاع میں ایک ایسوسی ایشن قائم کی۔ شفقت حسین لکھتے ہیں:

''سرسید کے جانشین نواب محسن الملک نے اس ناانصافی کے خلاف آواز اٹھائی اور تحفظ اردو اسوسی ایشن کا پہلا جلسہ ۱۸۔ اگست ۱۹۰۰ء کو بمقام بارہ دری قیصر باغ منعقد ہوا۔ اس میں ملک کے سربرآوردہ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں نے شرکت کی۔''(۶)

۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ برصغیر کے مسلمانوں کے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ اردو کا تحفظ بھی مسلمان زعماؤں کے پیش نظر تھا۔ وہ اردو زبان کے خلاف ہونے والی ہر سازش پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ انھوں نے ہر موقع پر مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور مذہب کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اردو زبان کے خلاف ہونے والی ہر سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اردو کی حفاظت کی سوچ کا اندازہ مسلم لیگ کے اجلاسوں کی رودادوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ اردو زبان کا تحفظ ان کے ایجنڈے میں شامل رہا، مسلم لیگ کی قراردادیں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ مسلمان راہ نما اردو کے خلاف ہر سازش کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنے ہوئے تھے۔ ۱۹۱۰ء میں مسلم لیگ کا تیسرا سالانہ اجلاس سر غلام محمد علی خان بہادر کی زیر صدارت دہلی میں منعقد ہوا۔ صاحبِ صدر نے مسلمانوں کو درپیش مسائل کا احاطہ کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا:

''مسلم قوم کے ساتھ جذبہ اتحاد پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اردو کی حیثیت مان لی جائے کہ یہ اس ملک کی مشترکہ زبان ہے۔ عالمی طور پر اس حقیقت کو تسلیم کیا جاتا ہے کہ لسانی نبیادوں پر گروہ

بندی عوام کے اتحاد کی سب سے بڑی ضامن ہوتی ہے۔ یہ زبان ایک قابل لحاظ اکثریت بولتی ہے اور برصغیر کے تمام علاقوں میں سمجھی جاتی ہے اور یہی اتحاد کے مقصد کو پورا کر سکتی ہے۔'' (۷)

اس اجلاس میں متعدد قراردادیں متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔ ان میں پانچویں قرارداد جو کہ شیخ عبدالقادر نے منظور کی، وہ یہ تھی:

''آل انڈیا مسلم لیگ ان اقدامات کی مذمت کرتی ہے جو بعض حلقوں سے اردو کو جو ہندوستان کی اہم ترین زبان کی حیثیت سے اسے حاصل ہے، کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور سمجھتی ہے کہ اردو کا تحفظ اور اس زبان وادب کی ترقی ملک کی عام ترقی کے لیے از حد ضروری ہے۔'' (۸)

قاضی کبیرالدین نے اس قرارداد کی تائید کرتے ہوئے کہا:

''اردو پڑھنے والوں کی ہمت افزائی کی جائے اور اسے نقصان پہنچانے والوں کا جرأت مندی سے مقابلہ کیا جائے۔ یہی تبادلہ خیالات کا عام ذریعہ ہے اور وطن دوستی اور جذباتی دونوں بنیادوں پر اردو کی ہمت افزائی ضروری ہے۔'' (۹)

محبوب علی خان نے اس قرارداد کی تائید میں جو کلمات ادا کیے وہ دورِ حاضر کے تناظر میں نہایت اہم ہیں۔ انھوں نے کہا:

''اردو ہندوستان کی لنگوافرانیکا ہے یہ ایسی حقیقت ہے جس سے ازلی دشمن بھی انکار نہیں کر سکتا۔۔۔ مسلمانوں کی ترقی اردو کی ترقی کے ساتھ وابستہ ہے۔'' (۱۰)

مسلمان راہ نماؤں، صحافیوں، ادیبوں اور اہلِ دانش کے ہاں اردو زبان کی حمایت اور تحفظ کی آواز بلند ہوتی رہی۔ اکابرینِ پاکستان اس امر سے بخوبی آگاہ تھے کہ ہماری قومی زبان اردو ہی ہمارے قومی وقار کا آئینہ دار ہے۔ اردو کی بقا مسلمانانِ ہند کی بقا کے مترادف ہے۔ ۱۲/ اپریل ۱۹۴۱ء کو انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے سے خطاب کرتے ہوئے میاں بشیر احمد نے کہا:

''واقعہ یہ ہے کہ ہماری قوم نے ابھی اس مسئلے کا ٹھیک طرح سے اندازہ نہیں کیا۔ وقت نہیں آیا کہ ہم سمجھیں کہ زبان کی ہستی ہمارے تمدن کی ہستی ہے۔ یہ سمجھیں کہ ہماری زبان مٹی تو ایک اجنبی فضا میں ہمارا دم گھٹنے لگے گا اور ہماری قومیت نیم مردہ ہو جائے

گی۔''(۱۱)

دیگر راہ نماؤں کی مانند علامہ محمد اقبال نے اردو کی ترویج و اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔ انھوں نے اردو اپنے کو اظہار کا ذریعہ بنایا اور اپنی قیمتی نظم و نثر کے ذریعے اردو ادب کی ثروت میں بے پناہ اضافہ کیا۔ ان کی ادبی کاوشوں نے نا صرف ہندوستان میں شہرت حاصل کی بلکہ ان کی تخلیقات نے عالمگیر پذیرائی حاصل کی ،جس کی وجہ سے علامہ محمد اقبال کے ساتھ ساتھ اردو زبان کو بھی ناموری میسر آئی۔ اُن کی شخصیت سے اردو زبان و ادب کو بے پایاں فائدہ پہنچا۔ علامہ اردو کو درپیش خطرات سے بھی مکمل آگاہ تھے۔ بابائے اردو کو لکھا جانے والا خط اردو زبان کے ساتھ محبت اور مسلم قوم کے لیے اردو کی ضرورت و اہمیت کی بہترین عکاسی ہے۔ انھوں نے بابائے اردو کے نام ایک خط میں لکھا:

''اگرچہ میں اردو زبان کی بحیثیت زبان خدمت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تاہم میری لسانی عصبیت میری دینی عصبیت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔''(۱۲)

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح مسلم قوم کے تہذیب وتمدن کے تحفظ اور ترقی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ ان کے ذہن میں قیام پاکستان کا جو خیال موجود تھا،اس کے پس منظر میں دراصل مسلمانوں کی عظیم ثقافت اور تمدن کا گہرا شعور تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ مسلمان اپنی مخصوص ثقافت وتہذیب رکھنے کے باوجوہ ہندوؤں سے علیحدہ قوم ہیں ۔یہی وجہ تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ قوم کو رہنے کے لیے ایک علیحدہ خطہ ارضی کی ضرورت ہے جہاں وہ اپنی ثقافت ونظریات کی آبیاری کر سکے۔ وہ قومی ارتقاء میں زبان کی اہمیت سے مکمل آگاہ تھے۔ اسی لسانی شعور کے پیش نظر ،ان کی تقاریر اور اظہار خیال میں اردو کے تحفظ اور نفاذ کا ذکر موجود تھا۔ نہرو رپورٹ کے جواب میں جب انھوں نے چودہ نکات پیش کیے تو ان میں بارہواں نکتے میں اردو کے تحفظ کا ذکر موجود ہے۔ انھوں نے مطالبہ کیا:

''آئین میں مسلم تہذیب وتمدن، تعلیم، زبان، مذہب، شرعی قوانین اور خیراتی اداروں کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے۔''(۱۳)

اپریل ۱۹۳۸ء میں خطبہ صدارت میں فرمایا:

''کانگریس نے وزارت کی مسند پر جلوہ افروز ہوتے ہی باوجود سخت مخالفت کے مجلس مقنّنہ میں بندے ماترم کا ترانہ جاری کیا، ہندی کو لازمی زبان قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں۔ اردو کو مٹانے کا یہ پہلا زینہ ہے۔''(۱۴)

اکتوبر ۱۹۳۸ء میں کراچی میں مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

''مسلمانوں کی تہذیب وطاقت کو نیست ونابود کردینے کے لیے

اردو کا خاتمہ کر کے سنسکرت آمیز ہندی ہندوستان کی عام زبان قرار دی جا رہی ہے۔ بعض اردو اخباروں اردو رسالوں کی ضمانتیں ضبط کر لی گئی ہیں۔ اب آپ ہی غور فرمایئے کیا ایسے ہی پروگرام سے ہندوستان کی آزادی حاصل ہوگی۔'' (۱۵)

قائداعظم نے لندن کے ممتاز صحیفے ''ٹائم اینڈ ٹائیڈ'' میں جنوری ۱۹۴۰ء میں ایک مضمون ''ہندوستان کا کانسٹی ٹیوشن کیا ہونا چاہیے'' میں اردو کو ''حقیقی قومی زبان'' قرار دیتے ہوئے لکھا:

''ان چھ ہندوستانی صوبوں میں ہندو کلچر کے لیے جنگ شروع کر دی گئی۔ یہ کوشش کی گئی کہ کانگریس پارٹی کا راگ یعنی ''بندے ماترم'' قومی ترانہ قرار دیا جائے اور حقیقی قومی زبان اردو کی جگہ ہندی لے لے۔'' (۱۶)

قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۴۲ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے واضح طور پر فرمایا:

''میں اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان کی زبان اردو ہوگی۔'' (۱۷)

قائداعظم کے نزدیک اردو زبان کے نفاذ کے بغیر آزادی نامکمل ہے۔ انھوں نے مسلم خواتین کے ایک جلسے سے خطاب کے دوران میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''مسلمانوں نے برطانوی ہند اور ہندو راج سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ مسلمان اس لیے نہیں کہ انگریزوں کے بعد ہندوؤں کی غلامی کا چولا پہن لیں۔۔۔ مسلمانوں کی تاریخ اور اپنے قوانین ہیں۔ زبان اور کلچر ہے۔'' (۱۸)

قیام پاکستان کے بعد جب بنگال میں کچھ شر پسند عناصر نے بنگالی کو قومی زبان قرار دینے کی بات کی اور یہ خبر سنتے ہی قائداعظم نے فوراً بنگال جانے کا ارادہ کیا۔ قائداعظم کن حالات میں اور کس طرح ڈھاکا پہنچے اس کا اندازہ سردار عبدالرب نشتر کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے:

''ہر شخص جانتا ہے کہ اس زمانے میں جب کہ ہمارے پاس کوئی ساز و سامان نہ تھا۔ قائداعظم مرحوم ہی کا ناقابلِ شکست اور محکم عزم ہمارا سرمایہ تھا، جسے ہم کسی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے مگر قائداعظم نے ایک پرانی مشین میں مزید پٹرول کا انتظام کیا اور ڈھاکا کے طویل سفر کا خطرہ مول لیا۔ ہماری خواہشات اور درخواستوں کی پروا نہ کرتے ہوئے انھوں نے اپنی زندگی کو لسانی

وحدت واستحکام کی بازی پر لگادیا۔ایک پرانے ڈکوٹا جہاز میں
ڈھاکا پہنچے اوران سر پھرے طلبہ کو جنھوں نے دشمنان پاکستان کے
کہنے میں آکر اس قسم کا سوال اٹھایا تھا۔ بتایا کہ اگر تم پاکستان کو قائم
اور برقرار رکھنا چاہتے ہوتو یاد رکھو کہ پاکستان کی زبان اردو
اورصرف اردو ہی ہوسکتی ہے۔''(۱۹)

قائداعظم نے فرمایا:

''متعصب اورعاقبت نااندیش برادران وطن کا اردوزبان کے
ساتھ جوسلوک ہورہا ہےاس سے باہمی مغائرت اورمنافرت کی خلیج
وسیع تر ہوتی جارہی ہے۔''(۲۰)

۲۴مارچ ۱۹۴۸ءکوڈھاکہ یونیورسٹی کے جلسہ تقسیم انعامات سے خطاب کرتے ہوئے بابائے قوم نے فرمایا:

''پاکستان کی مشترکہ قومی زبان جومملکت کے مختلف صوبوں کے
درمیان افہام وتفہیم کا ذریعہ ہوصرف ایک ہوسکتی ہے اوروہ اردو
ہے، اردو کے سوا کوئی اورزبان نہیں۔ملک کی سرکاری زبان بھی
ظاہر ہے اردو ہی کو ہونا چاہیے۔ یہ وہ زبان ہے جسے برصغیر کے
لاکھوں مسلمانوں نے پرورش کیا ہے۔ اس کو پاکستان کے اس
سرے سے اُس سرے تک سمجھا جاتا ہے اورسب سے بڑھ کر یہ
بات ہے کہ اردو میں دوسری صوبائی زبانوں سے کہیں زیادہ اسلامی
تہذیب وثقافت کا بہترین سرمایا پایا جاتا ہے اوراردو ہی دوسرے
اسلامی ملکوں کی زبانوں سے قریب تر ہے۔''(۲۱)

۱۱ستمبر ۱۹۵۱ءکو مادرملت محترمہ فاطمہ جناح نے قائداعظم کی تیسری برسی سے خطبات کرتے ہوئے فرمایا:

''میں آپ کو وہ مقصد یاد دلادوں جس کی خاطر پاکستان کا قیام عمل
میں آیا تھا، حصول پاکستان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان تہذیب،
ثقافت،تعلیم اورمعیشت کے حوالے سے اپنے نظریات کے مطابق
آزاد، باوقاراورخودمختار زندگی گزارسکیں۔۔۔ یادرکھیے قائداعظم
ناخواندگی کا مکمل خاتمہ چاہتے تھے۔ وہ اردو کو مشترکہ اورمملکت کی
زبان بنانا چاہتے تھے۔''(۲۲)

دنیا کے نقشے پر ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء پر ابھرنے والا ملک پاکستان ایک خاص سوچ اور نظریے کی بنیاد پر قیام ہوا۔ وہ سوچ جس کی بنیاد پر یہ ریاست وجود میں آئی، اسے نظریہ پاکستان یا نظریہ اسلام کا نام دیا گیا۔ تحریک پاکستان کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو کے تحفظ اور قیام پاکستان کی سوچ دونوں ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر چلتی رہیں۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کا یہ بیان بالکل درست ہے:

> ''قصر پاکستان کی تعمیر کی سب سے پہلی اینٹ جس نے رکھی وہ اردو زبان ہے اس لیے پاکستان پر اردو کا بڑا حق ہے۔'' (۲۳)

اکابرین پاکستان کی سوچ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اردو کو پاکستان میں کیا مقام و مرتبہ دینا چاہتے تھے؟ انھوں نے برملا کہا کہ اردو ہماری تہذیب وثقافت کا جزو لاینفک ہے۔ اردو کی ترقی مسلمانوں کی ترقی ہے اور اردو کو نقصان پہنچانا دراصل مسلمانوں کی شناخت پر حملہ کرنا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہندوستان میں سرکاری زبان کا مسئلہ ہو یا اردو ہندی تنازع، ہمارے بزرگوں نے اردو کی حمایت کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونے دیا۔ پاکستان کا قیام عمل میں آنے کے بعد قائداعظم نے اردو کے حق میں بھرپور آواز بلند کر کے اردو کی افادیت واہمیت کا پرچار کیا۔ قیام پاکستان کے فوری بعد قائداعظم محمد علی جناح، لیاقت علی خان اور دیگر قومی راہ نماؤں کے دنیا سے اٹھ جانے سے تکمیل پاکستان کے خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔ ان راہ نماؤں کی وفات کے بعد عنان حکومت مفاد پرست اور انگریز نواز حکمرانوں کے ہاتھ میں آئی۔ اس طبقے کی بوالہوسی اور ذاتی مفاد کی سوچ نے جہاں تکمیل پاکستان کے دیگر مراحل کے راستے میں روڑے اٹکائے وہاں اردو کو بھی وہ مقام و مرتبہ نہیں مل سکا، جس کا اقرار اکابرین تحریک پاکستان نے بہت سے مواقع پر کیا تھا۔ اب اہل پاکستان پر جہاں اکابرین تحریک پاکستان کے دیگر قرض واجب الادا ہیں وہاں اردو کو پاکستان میں نافذ کر کے جائز مقام و مرتبہ دلانے کی ذمہ داری کا بوجھ بھی ان کے کاندھوں پر موجود ہے۔ یہ قرض تا حال اتارا نہیں جاسکا اور ابھی تک واجب الادا ہے۔ اردو کو محض قومی زبان قرار دینا اور تمام معاملات مملکت انگریزی کے سپرد کر دینے سے نہ تو ہم اپنی اس ذمہ داری سے بری الذمہ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اردو کو مطلوبہ مقام مل سکتا ہے۔ پورے ملک میں ہر جگہ پر اردو کی عمل داری قائم کر کے اور اردو کو دفتری زبان قرار دے کر ہی تحریک پاکستان کے اکابرین کا قرض چکایا جاسکتا ہے۔ افسوس! قیام پاکستان کے بعد بھی اردو انگریزی کی جگہ نہیں لے سکی۔ بانی پاکستان سمیت تمام اکابرین تحریک پاکستان کی ارواح اس انتظار میں ہیں کہ کب اردو انگریزی کی جگہ لے سکے گی اور غلامی کا پیرہن ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گلے سے اتار پھینک دیا جائے گا۔ سپریم کورٹ کے معزز چیف جسٹس، جسٹس جواد ایس خواجہ کی اردو سے محبت کا اندازہ ان کے اس فیصلے سے لگایا جاسکتا ہے جس میں انھوں نے اردو کے نفاذ کے لیے ہر سطح پر اقدامات کرنے کا حکم دیا اور فیصلہ کو اردو میں تحریر کیا۔ اگر اس

فیصلے کی روح پر ہمارے ارباب بسط وکشادمن وعن عمل کرنے کی ٹھان لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس سے قیام پاکستان کے مقاصد کا حصول ممکن ہوگا ،آزادی کے تقاضے بھی روبہ عمل آئیں گے اکابرین تحریک پاکستان کا قرض بھی چکایا جاسکے گا۔زندہ قومیں اپنی زبان اوراپنی تہذیب وثقافت کے بل بوتے پر ہی ترقی کی شاہراہیں طے کرتی ہیں۔چاہیے تو یہ تھا کہ آزادی کے فوراً بعد ہر سطح پراردوزبان کا نفاذ عمل میں آتا اورعوام الناس کے مسائل حل ہوتے لیکن کچھ مغرب زدہ عناصر کی بدولت نفاذ اردو کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔پچھلے ایک عرصے میں نفاذ اردو کے حوالے سے آزادی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے کچھ پیش رفت ہوئی ہے۔امید واثق ہے کہ ہمارے حکمران اکابرین کی ارواح کوسکون پہنچانے کے لیے اردو کے نفاذ پر بھرپورتوجہ دیں گے، تاکہ عوام اپنی زبان میں اپنے مسائل بہ طریق احسن سلجھانے کے لیے آسانی محسوس کریں۔یہی آزادی اوراردو کا سب سے بڑا تقاضا ہےاوراسی شاہراہ پرچل ہم اقوام عالم میں باوقار مقام حاصل کرسکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ولیم ہنٹر، ہمارے ہندوستانی مسلمان، ۱۹۵۵ء، لاہور: قومی کتب خانہ، ص:۱۹

۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ہندی اردو تنازع، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۷ء، ص:۷۳

۳۔ عبدالودود، ڈاکٹر، اردو سے ہندی تک لکھنو: نظامی پریس، ۱۹۷۶ء، ص:۶۱

۴۔ شفقت رضوی، پروفیسر، مسلم لیگ اورتحریک بقائے اردو، مضمون مشمولہ: مجلّہ علم وآگہی، (قائداعظم محمد علی جناح، حیات، افکاروخدمات) کراچی: گورنمنٹ نیشنل کالج، س ن، ص:۱۰۱

۵۔ ایضاً، ص:۱۰۲

۶۔ ایضاً، ص:۱۰۴

۷۔ ایضاً، ص:۱۰۷

۸۔ ایضاً، ص:۱۰۸

۹۔ ایضاً، ص:۱۰۹

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۰۹

۱۱۔ بشیراحمد، میاں، پنجاب اورقومی زبان کا مسئلہ، لاہور: انجمن حمایت اسلام، ۱۹۴۱ء، ص:۱۰

۱۲۔ محمد اسلام نشتر، تحریک پاکستان اوراردو، مضمون مشمولہ: اخبارِ اُردو، ماہنامہ، اسلام آباد: جلد۲۳، شمارہ۲، فروری ۲۰۰۷ء، ص:۶

۱۳۔ عبدالعزیز، قائداعظم محمد علی جناح، بمبئی: مکتبہ علیگ، س ن، ص:۲۵۳

۱۴۔ رئیس احمد جعفری، خطباتِ قائداعظم، لاہور: مقبول اکیڈمی، س ن، ص:۱۳۸

۱۵۔ ایضاً، ص:۲۵۲

۱۶۔ ایضاً، ص:۲۳۷

۱۷۔ شفقت رضوی، پروفیسر، مسلم لیگ اور تحریک بقائے اردو، مضمون مشمولہ: مجلّہ علم و آگہی، (قائداعظم محمد علی جناح، حیات، افکار و خدمات)، ص:۱۲۲

۱۸۔ خالد اختر افغانی، حالاتِ قائداعظم، لاہور: آتش فشاں پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء، ص:۱۹۴

۱۹۔ طاہر فاروقی، پروفیسر، ہماری زبان مباحث و مسائل، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۶ء، ص:۱۰۱

۲۰۔ رئیس احمد جعفری، خطباتِ قائداعظم، لاہور: مقبول اکیڈمی، س ن، ص:۲۱۱

۲۱۔ ایضاً، ص:۵۸۹

۲۲۔ اظہر منیر، مادرِ ملت کا جمہوری سفر، پشاور: فرنٹیر پوسٹ، ۱۹۹۳ء، ص۳۰۔۲۹

۲۳۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، خطباتِ عبدالحق، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۲ء، ص:۴۱۸

☆......☆......☆